بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٢٦٧٠ سلسلہ

اسلام قبول کرنے والے پہلے بادشاہ

حضرت نجاشی رحمہ اللہ

حیرت انگیز تاریخی معلومات کا اچھوتا تحفہ

ابو جلیس ندوی

تابعین کا ذکر خیر ہو تو وہ ہیرے کی کنی کی طرح دمک اٹھیں۔ صحابیؓ کی منقبت ہو تو صحابیت کی شان جس نے ان کے ماتھے کو منور کر دے۔ شرف و بزرگی کی بارگاہ بلند میں ان کا مقام اتنا عالی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے محبت نامے لکھے اور آپؐ نے بھی اپنے متعدد والا ناموں سے انہیں سرفرازی بخشی۔

ان کی شخصیت کے روپ نگر میں اعزاز و افتخار کی یہ صنف آفرینی کتنی رشک انگیز ہے کہ وفات کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے اُن کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ اس سعادت میں کوئی اُن کا شریک و سہیم نہیں۔

آخر یہ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آیئے اُن کی زندگی میں جھانک کر دیکھیں، ممکن ہے کہ کہیں کوئی ایسا پہلو نکل آئے جو ہمارے ایمان کی بجھی ہوئی چنگاری کو شعلے میں تبدیل کر سکے اور زندگی کے ٹھہرے، جے سمندر کو طراب و تموج کی گرمی و لذت سے آشنا کر دے۔

اُن کا نام اصحمہ بن ابجر ہے۔ جنہیں دنیا نجاشی کے لقب سے جانتی ہے۔ اصحمہ کے والد حبشہ کے بادشاہ تھے اور وہ اُن کے اکلوتے بیٹے۔

اصحمہ بچپن سے نیک اور شفیق تھے۔ وہ غریبوں سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے لہٰذا دربار کے امراء اُن کے خلاف ہو گئے جنہیں غرباء ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ اُنہوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اس کے لچھن اچھے نہیں ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہو گیا تو ملک و قوم کی دیرینہ روایات تاراج ہو جائیں گی اور ہماری دینی اساس بھی تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس لئے ملک و قوم کی خیر خواہی کا تقاضہ ہے کہ اس کے والد کو قتل کر دیا جائے تاکہ وہ بڑا ہو کر باپ کی جگہ بادشاہ نہ بن جائے۔ شیطان مسلسل وسوسہ اندازی کرتا رہا اور اُن کے اندیشے دن بدن فزوں تر ہوتے گئے بالآخر

اُنہوں نے بادشاہ کو قتل کر دیا اور بادشاہ کے بھائی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اُنہیں اُمید تھی کہ اس کے بارہ بیٹے اُمورِ مملکت میں بھی اس کی مدد کریں گے اور اس کے بعد اس کے وارث بن کر ملک و قوم کی فلاح و بہبود کی راہ پر رواں دواں رکھیں گے۔

اصحمہ اب اپنے چچا کے سایہ عاطفت میں آ گئے۔ رفتہ رفتہ اُن کی ذہانت، معاملہ فہمی، دور اندیشی، ہوش مندی، اصابت رائے اور قوت اظہار و بیان کے جوہر کھلتے اور نکھرتے رہے۔ یہاں تک کہ چچا اُن کی صلاحیت اور لیاقت کو دل دے بیٹھے اور اُن کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اپنے بیٹوں سے زیادہ اُنہیں چاہنے اور ماننے لگے۔

مقتدر طبقات کی آنکھوں میں یہ بات بھی کانٹے کی طرح چبھنے لگی۔ اُنہوں نے باہم مشورے کئے پھر ایک رائے ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے:

"عالی جاہ! ملک و قوم کے اہم ترین معاملات میں آپ اصحمہ کی رائے ہی پر انحصار کرتے ہیں، یہ بات ہمارے لئے حد درجہ تشویشناک ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ شاہی اُمور و معاملات پر اُن کی گرفت اسی طرح مضبوط ہوتی گئی تو ایک دن وہی بادشاہ بن جائے گا۔ آپ یہ بات

اچھی طرح جانتے ہیں اور اسے بھی معلوم ہے کہ اس کے
باپ کو ہم نے قتل کیا ہے۔ اگر وہ بادشاہ بن گیا تو اپنے
باپ کے قتل کے انتقام میں ہم سب کو تہ و تیغ کر دے گا
اس لئے ہماری یہ درخواست ہے کہ اسے قتل کر دیجئے۔"

بادشاہ کے دل و دماغ آنچ دینے لگے، وہ برافروختہ ہو کر بولا:

"تم لوگ بڑے بدباطن ہو۔ ابھی کل کی بات ہے
اس کے باپ کے خون سے تم نے اپنے اندیشوں کی
دیواریں گرالی تھیں، آج پھر انہی موہوم اندیشوں کی
خونخوار آنکھوں سے وحشت زدہ ہو کر تم اس سے بھی اس
کی زندگی کا حق چھین لینا چاہتے ہو۔ لہٰذا یہ سنگین ظلم ہے
اور قطعاً گوارا نہیں کیا جائے گا۔"

اب لوگوں کے تیور بگڑنے لگے، شورش برپا ہوئی، بادشاہ نے بہتیری کی، اسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن ہنگامہ تیز سے تیز تر ہوتا رہا۔ آخر لوگ اس بات پر رضامند ہوئے کہ اصحمہ کو قتل کرنے کے بجائے ملک بدر کر دیا جائے تاکہ اس کے بادشاہ بننے کا کوئی امکان نہ رہے۔

یوں اصحمہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ انہیں ملک بدر ہوئے ابھی دو

ہی دن گزرے تھے کہ آسمان پر کالے کالے بادلوں کی ٹکڑیاں نمودار ہوئیں اور رفتہ رفتہ پورے افق پر چھا گئیں۔ سورج بھی بادلوں کے اس لشکر کے ساتھ قید تیرگی میں چلا گیا۔ فضائیں تیرہ و تار ہو کر ہیبت ناک ہو گئیں۔ پھر آسمان نے قہر و غضب کی وہ قیامت برپا کی کہ روزن دیوار سے باہر جھانکنے کا یارا بھی کسی کو نہ رہا۔ اسی گرج اور کڑک میں اچانک ایک بجلی تڑپ کر شاہی محل پر گری اور بادشاہ کا کلیجہ چیر گئی۔

آسمان کا قہر ٹھنڈا ہوا، آندھیاں تھم گئیں، بادلوں کی ٹکڑیاں بھی رخصت ہوئیں اور سورج آزاد ہو کر چمکنے لگا۔ فضا صاف اور خوشگوار ہو گئی۔ اب لوگ ماتم کناں شاہی محل کی طرف دوڑے۔ بادشاہ فوت ہو چکا تھا، اس کی آخری رسم ادا ہوئی پھر جانشینی کا مسئلہ اٹھا۔

شہزادوں میں سے ہر ایک کو ٹٹولا گیا، کوئی اس لائق نہ تھا کہ بادشاہ کا وارث اور ملک کا نیا بادشاہ بن سکے۔ دن بیتتے گئے اور جانشینی کا مسئلہ الجھتا گیا۔ ادھر ہمسایہ ملک نے حبشہ میں داخلی انتشار دیکھ کر منصوبہ بنایا کہ حملہ آور ہو کر اسے اپنا باجگذار بنا لیں اور اپنی قلمرو میں شامل کر لیں۔ صورتحال کی نزاکت کا احساس ہر کہ و مہ کو سرگرداں کئے ہوئے تھا۔ سب مبتلائے تشویش و اضطراب تھے۔ اُمید کی کوئی کرن کہیں سے پھوٹتی نظر نہ آئی تو کچھ سن رسیدہ بزرگوں نے مشورہ دیا کہ اصحمہ کے سوا

کسی دوسرے شخص میں وہ دیدہ وری و جہاں بینی نہیں جو نازک ترین درپیش حالات میں ملک کی آبرو بچا سکے۔

سب نے بیک آواز کہا "اصحمہ کو واپس لایا جائے"۔ اصحمہ کو ملک بدر کر کے کسمپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا، انہیں تلاش کیا گیا اور پھر شاہی اعزاز کے ساتھ حبشہ واپس لایا گیا۔ تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی اور سب نے کورنش پیش کر کے انہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد انہیں نجاشی کہا جانے لگا جو حبشہ کے بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا۔

اصحمہ نے بادشاہ بن کر اپنی خداداد صلاحیت کے ایسے جوہر دکھائے کہ سارا ملک ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اب ملک کی سرحدیں محفوظ ہو گئیں، جور و ظلم کا خاتمہ ہوا اور امن و امان کی مطمئن زندگی اہل حبشہ کا مقدر بن گئی۔

ادھر حبشہ میں نجاشی سریر آرائے تخت سلطنت ہوا اور ادھر مکہ میں اللہ کی رحمت کاملہ کا ظہور ہوا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور توحید کا اجالا پھیلانا شروع کیا تو ہدایت پرستی کے متوالے پروانوں کی طرح آپ ﷺ پر نثار ہو کر آپ ﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔ ظلمتوں کی سیادت

و قیادت کو خطرہ محسوس ہوا تو قریش پوری قوت و طاقت اور جاہلی عصبیت و غرور کے ساتھ کوہ گراں بن کر توحید کی راہ میں کھڑے ہو گئے۔

اب جو بھی اسلام کا شیدائی بنتا ظلم و ستم کے آتش فشاں کی نذر کر دیا جاتا، اسے ایسی ایسی اذیتیں دی جاتیں کہ پہاڑوں کا کلیجہ بھی شق ہو جائے۔ آخر جب وادیٔ مکہ کی وسعتیں ان کی زندگی کے لئے تنگ ہو گئیں تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہجرت حبشہ کی راہداری دے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہاں کے بادشاہ کی عدل گستری تمہارے لئے ہر ستم کے مقابلے میں ڈھال بن جائے گی لہٰذا وہاں پہنچ کر اس کی امان جوئی کی کوشش کرو، مامون رہو گے تا آنکہ اللہ تعالیٰ ان ہی تنگیوں میں تمہارے لئے کوئی کشادگی پیدا فرما دے گا۔

یوں پانچ نبوی کو پہلے ۱۱ مردوں اور ۴ عورتوں اور بعد ازاں ۸۳ مردوں اور ۱۱ قریشی خواتین پر مشتمل صحابہ کا دوسرا ستم زدہ قافلہ سرزمین حبشہ کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر انہیں پہلی بار محسوس ہوا کہ زندگی کی لذت اور چین و سکون کیا چیز ہے اور امن و راحت کے لمحے میسر ہوں تو عبادت خداوندی میں کیا کیفیت حاصل ہوتی ہے اور یاد حبیب و ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیف و سرور کا کیا عالم پنہاں ہوتا ہے۔

قریش کو اس قافلے کی خبر ہوئی تو فوراً مجلس شوریٰ میں طے پایا کہ حبشہ کے بادشاہ سے مل کر انہیں واپس حاصل کیا جائے یا وہیں قتل کر دیا جائے۔ پہلے بیش قیمت نوادرات کے تحائف اکٹھے کیے گئے پھر سب سے زیادہ آزمودہ کار اور جہاندیدہ قریشی جوان عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو ان تحائف کے ساتھ حبشہ روانہ کیا گیا۔ حبشہ پہنچ کر یہ دونوں نجاشی سے پہلے اس کے مصاحبین و قائدین سے ملے، انہیں تحائف پیش کیے اور کہا :

''ہمارے کچھ سر پھرے نوجوان آبائی دین سے برگشتہ ہو کر اپنے وطن سے بھاگ نکلے اور آپ کے ملک میں آکر پناہ گزیں ہوگئے ہیں۔ ہم بادشاہ سے اُن کی واپسی کے لیے گفتگو کریں تو آپ لوگ یہی رائے پیش کریں کہ ان جوانوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ اُن کے دین و قوم کے بارے میں کوئی سوال نہ کیا جائے کیونکہ ان کی قوم کے لوگ انہیں اور اُن کے دین کو نسبتاً زیادہ جانتے ہیں۔''

اس کے بعد عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور زمیں بوس ہوکر سلامی دی۔ نجاشی نے بھی گرم جوشی

سے انہیں خوش آمدید کہا کہ عمرو سے اُن کی دیرینہ شناسائی تھی۔ انہوں نے سرادرانِ مکہ بالخصوص ابوسفیان کا سلام پہنچاتے ہوئے تحائف پیش خدمت کیے۔

تحائف پر نظر پڑی تو نجاشی کی باچھیں کھل اٹھیں، ایسے نوع بہ نوع قیمتی نوادرات انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے، وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکے۔ عمرو بن عاص کو یقین سا ہوگیا کہ اب اس کی بات مان لی جائے گی، فوراً عرض گزار ہوا :

''عالی جاہ! ہمارے کچھ نادان اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر فرار ہوگئے اور آپ کے ملک میں آکر پناہ گزیں ہوگئے ہیں، ایسا بھی نہیں کہ انہوں نے آپ کا دین عیسائیت قبول کیا ہو بلکہ ایک ایسے نئے دین کی طرح ڈالی ہے جسے نہ آپ جانتے ہیں نہ ہم ہی اس سے واقف ہیں۔ اس لئے ہماری قوم کے شرفاء نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی ہے کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیں کیونکہ انہوں نے جو نیا دین ایجاد کیا ہے اور اس کے ذریعہ قوم میں فتنوں کی جو شورش برپا کی ہے اس کی حقیقت کا ادراک زیادہ گہرائی سے وہی کر سکتے ہیں۔''

پوری بات سننے کے بعد نجاشی نے نظر اُٹھائی اور اپنے مصاحبین اور قائدین کو دیکھا۔ اُنہوں نے ادب سے سر جھکایا اور عرض پرداز ہوئے :

"جہاں پناہ! ان دونوں کی بات پر یقین اور اعتبار کرنا چاہئے کیونکہ یہاں آنے والوں کے دین کے بارے میں ہمیں چنداں علم نہیں۔"

نجاشی گویا ہوا :

"مگر انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان سے بھی حقیقت حال معلوم کی جائے ، اگر اُنہوں نے سچ مچ کوئی نیا دین یا عقیدہ ایجاد کیا ہے تو اُنہیں اُن کے حوالہ کر دیا جائے گا ورنہ اُن کی نصرت و حمایت ہمارا اوّلین فریضہ ہوگا۔"

اُنہوں نے مزید کہا "میرے اوپر اللہ کا جو احسان ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتا ، اس نے باغیوں سے مجھے محفوظ رکھا اور اُن کے مکر و دغا کو ناکام بنا کر مجھے اپنے وطن میں عظمت و احترام کا مقام عطا فرمایا۔"

اُنہوں نے پھر مہاجرین صحابہؓ کو بلایا تاکہ اپنی قوم کے لوگوں کے روبرو اپنے دین و عقیدہ کی وضاحت کریں۔ وہ پناہ گزین تھے ، سہم

سے گئے اور باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ غور کرلو ، دین و ایمان کا سوال ہوا تو کیا جواب دو گے؟

اُن کے امیر نے کہا "دین و ایمان کا سوال ہوا تو معاملہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس کا واضح جواب دے دیا ہے۔" وہ لوگ حاضر دربار ہوئے۔ وہاں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ پہلے سے موجود تھے۔ اُن کے دائیں بائیں بادشاہ کے مصاحبین اور دوسرے عمائدین دستار باندھے اپنی اپنی کتابیں کھولے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر اُنہوں نے اسلامی طریقے کے مطابق سلام عرض کیا اور مجلس کے آخر میں بیٹھ گئے۔ عمرو بن عاص نے ٹوکا "یہ کیا گستاخی ہے ، تم لوگوں نے بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔"

اعتماد اور وقار کے لبوں سے جواب بلند ہوا "سجدہ صرف اللہ کا حق ہے ، کسی انسان کے لئے روا نہیں۔"

نجاشی خوشی سے جھوم گیا ، اُنہیں بڑی محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور ادب سے پوچھا "تم نے جو نیا دین اختیار کیا ہے ، اُس کی حقیقت کیا ہے جبکہ ہمارے دین عیسائیت سے بھی تمہارا کوئی تعلق نہیں۔"

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ گویا ہوئے :

"جناب والا ! نہ ہم نے کوئی بدعت ایجاد کی نہ کسی نے

دین کی داغ بیل ڈالی بلکہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے اپنا نبی و رسول بنا کر ہماری ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے۔ وہ اپنے رب کی جانب سے نور ہدایت لے کر ہمارے پاس آئے، ہمیں تاریکیوں سے نکالا اور اُجالوں کا ہمراز بنا دیا، جاہلیت کی خونخوار عصبیت کی رگوں پر نشتر پھیرا اور ہمیں بھائی بھائی بنا دیا، ہماری زندگی گناہوں کا آشیانہ تھی، انہوں نے ہمیں نیکیوں کا گلدستہ بنا دیا، ہم پڑوسیوں کے لئے خونخوار تھے، اُنہوں نے ہمیں اُن کا غمخوار و غمگسار بنا دیا، ہم طاقت و قوت کو خدا مانتے تھے، اُنہوں نے کمزوروں اور بے بسوں کی یاوری کو ہمارا فرض قرار دیا، ہم درندہ صفت تھے، اُنہوں نے ہمیں انسان دوست بنا دیا، ہم مردار کھاتے تھے، اُنہوں نے رزق حلال کا سبق پڑھایا۔"

"جناب والا! جہاں تک ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی خاندانی حیثیت کا سوال ہے تو وہ اپنی قوم میں سب سے عالی نسب ہیں، بچپن سے لے کر جوانی تک اُن کی زندگی کا ایک ایک گوشہ چاند کی چاندنی

کی طرح بے داغ ہے۔ اُن کے معاملات میں صداقت و امانت کی روح اس طرح بولتی ہے کہ دشمن بھی اس کی تصدیق کئے بغیر نہ رہ سکے، قریش مکہ اُن کی پاک دامانی کی قسم کھاتے ہیں۔"

جناب والا! ہمارے آقا سراپا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ اُن کی ہر ادا رسول ہے، اُن کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ وہ رسول برحق ہیں۔ انہوں نے ہمیں پتھروں کی عبادت سے روکا، نماز، زکوٰۃ، روزہ، رمضان کا حکم، راستبازی، امانت داری، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور حرام کاری اور ناحق خوں ریزی سے منع کیا۔ ہم نے اُن کی تصدیق کی، اُن کی رسالت پر ایمان لائے اور اُن کی لائی ہوئی آسمانی شریعت پر عمل پیرا ہوگئے۔ یہی ہمارا جرم تھا جس کی بناء پر ہماری قوم دشمن بن کر ہمارے جان و مال کے درپے ہوگئی اور ہمیں عذاب و عقاب کی بھٹی میں جھونک دیا تاکہ ہم خدائے واحد کی بندگی چھوڑ کر پھر پتھروں کو سجدہ کریں، انہی سے دعائیں مانگیں، لیکن حق پرستی کی راہ ہم پر روشن ہوچکی

ہے ، ہم دوبارہ شرک و بت پرستی کی طرف ہرگز پلٹ نہیں سکتے ۔ اس لئے جب انہوں نے ہماری زندگی دوبھر کر دی تو ہم آپ کی پناہ میں آگئے کہ آپ حق و انصاف کے علم بردار ہیں ، آپ کے زیر سایہ رہ کر ہم ظلم وستم سے مامون اپنے رب کی بندگی کر سکیں گے ۔"

نجاشی نے پوچھا ۔

"تمہارے رسولؐ کے پاس جو آسمانی آیات آئی ہیں اُن کا کچھ حصہ تمہیں یاد ہے ؟"

حضرت جعفرؓ نے جواب دیا "ہاں یاد ہے ۔"

نجاشی نے کہا : "کچھ حصہ سنایا جائے ۔"

حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی ، نجاشی سنتا گیا اور آیات الٰہی کا نور لہجے کے سوز میں ڈھل کر اُن کے دل کی ظلمتوں کو چیرتا گیا ، یکا یک حق کا اُجالا اُن کی نگاہوں میں چمک اُٹھا ، وہ آبدیدہ ہوئے پھر بے اختیار آنکھوں کے کٹورے چھلک پڑے ، وہ خوب روئے ، چہرہ بھیگ گیا ، ڈاڑھی بھی تر بتر ہوگئی ، کچھ دیر بعد جب طبیعت سنبھلی تو دیکھا سارے پادری اور پوپ بھی خود بخود رو رہے ہیں ۔ اُن کے ہاتھوں کے مصحف بھیگ کر اُن کے گریہ صادق کی گواہی دے رہے تھے ۔ نجاشی

اب عمرو بن عاص کی جانب متوجہ ہوکر گویا ہوئے :

"عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل مقدس اور یہ آیات مقدسہ ایک ہی فانوس کی قندیلیں ہیں ، بخدا میں کسی صورت انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور جب تک زندہ ہوں کوئی اس معاملے میں میرے رخ کو بدل نہیں سکتا ۔"

مجلس برخواست ہوئی ۔ عمرو بن عاص کی زیرکی کے لگائے ہوئے گھروندے ٹوٹ کے بکھر گئے ۔ وہ تلملا کر باہر آیا اور قسم کھا کر کہا "کل بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر ایسی بات کہوں گا کہ وہ خود انہیں لائق گردن زدنی کر دے گا ۔"

عبداللہ بن ربیعہ کچھ نرم تھے ، بولے "ایسا نہ کرو ، آخر کو وہ بھی تمہارے رشتہ دار ٹھہرے ۔"

عمرو نے کہا "بخدا کل ضرور بادشاہ سے ملاقات کروں گا اور اُن کے سر قلم کروا کر رہوں گا ۔" دوسرے دن وہ پھر حاضر دربار ہوا ۔ عرض کی :

"جہاں پناہ ! ان لوگوں نے اپنے دین کی اصلیت کا ایک ہی روپ آپ کے سامنے ظاہر کیا ہے ، دوسرا روپ جو انتہائی ناگوار اور کریہہ ہے اسے چھپالیا ، اُن کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام انسان ہیں ۔"

نجاشی نے صحابہؓ کو دوبارہ حاضر دربار ہونے کا حکم دیا۔ وہ آئے تو نجاشی نے پوچھا ''عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟''

حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے کہا ''ان کے بارے میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ بتایا وہی ہمارا عقیدہ ہے۔''

نجاشی نے حکم دیا کہ وضاحت کی جائے۔ جعفر بن ابوطالب گویا ہوئے ''وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کو عطا کیا۔''

نجاشی نے فیصلہ سنایا ''یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کی اصلیت و حقیقت وہی ہے جو تم نے بیان کی۔''

یہ سن کر اُن کے پاس بیٹھے ہوئے پادریوں نے بھنویں چڑھالیں۔

نجاشی نے یہ دیکھ کر کہا ''تم بھنویں چڑھاتے اور تیوریاں بدلتے رہو، حقیقت وہی ہے جس کا اظہار انہوں نے کیا۔'' پھر جعفر کو متوجہ کر کے کہا :

''جاؤ ہمارے ملک میں امان و امان کے سائے میں زندگی بسر کرو، کوئی تمہارے درپے آزار نہیں ہوگا۔ بخدا تمہاری اذیت کے بدلے

سونے کا پہاڑ بھی پیش کیا جائے تو پرکاہ کی طرح اسے ٹھوکر مار دوں گا۔''
انہوں نے پھر حکم دیا کہ عمرو بن عاص کے تحائف واپس کر دیئے جائیں۔

باہر آکر پادریوں نے غوغا برپا کیا کہ نجاشی عیسائیت سے برگشتہ ہوگیا، اس لئے اب بادشاہ رہنے کا اس کو کوئی حق نہیں، اس کی بیعت توڑ دی جائے۔ یہ سن کر اہل حبشہ شاہی محل پر پل پڑے اور اس کی اطاعت و بیعت کا عہد توڑنے کا نعرہ لگانے لگے۔

صورتحال دگرگوں دیکھ کر نجاشی نے جعفر بن ابی طالب کو بلایا، انہیں اور اُن کے تمام ساتھیوں کو کشتی پر سوار کیا اور کہا ''آپ رونما ہونے والے حالات پر نظر رکھیں، اگر میں اور میرے ساتھی ہزیمت سے دوچار ہو جائیں تو آپ فوراً یہاں سے کہیں کوچ کر جائیں اور اگر ہمیں فتحیابی ہوئی ہے تو اپنی جگہ مطمئن و برقرار رہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ہرن کی جھلی منگوائی اور اس پر لکھا :

اشهد ان لا الـه الا اللـه واشهد ان محمدا عبده
ورسولـه وخـاتـم رسلـه واشهد ان عيسى عبده
ورسوله وروحه وكلمته التى القاها الى مريم

یہ جھلی انہوں نے اپنے سینے پر باندھی اوپر سے قبا پہن لیا اور

پھر باغیوں سے گفتگو کرنے پہنچے۔ اُن کے روبرو ہو کر نجاشی نے پوچھا
''بتاؤ میری سیرت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

جواب بلند ہوا ''آپ کی سیرت لائق افتخار و اعتبار ہے۔''

نجاشی: ''پھر شورش کس بات کی؟''

عوام: ''آپ مرتد ہوگئے ہیں، عیسیٰؑ کو بندہ کہتے ہیں۔''

بادشاہ: ''عیسیٰؑ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟''

عوام: ''وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔''

بادشاہ نے اپنا ہاتھ سینے پر بندھی ہوئی جھلی پر رکھا اور عیسیٰؑ اس (جھلی کی تحریر) سے ذرا بھی نہ کم ہیں نہ زیادہ۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ ابن اللہ کا اقرار کر رہے ہیں۔ اس سے وہ خوش ہوگئے اور شورش فرو ہوگئی۔

مسلمانوں کے نجاشی کے احسان مندانہ سلوک کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا۔ آپ ﷺ کے دل میں اُن کی قدر و منزلت پیدا ہوگئی۔ جب آپ ﷺ کو اُن کے شیدائے اسلام ہونے اور قرآنی آیات کی تصدیق کی خبر معلوم ہوئی تو حد درجہ مسرور ہوئے۔ اس کے بعد نجاشی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات میں قربت، گہرائی اور محبت کی وارفتگی پیدا ہوگئی۔

۶ھ کے آغاز میں آپ ﷺ نے روئے زمین کے بادشاہوں کو

دعوتی خطوط لکھے۔ ان خطوط کی ترسیل کے بعد آپ ﷺ نے چھ ممتاز صحابہؓ کا انتخاب کیا۔ ہر ایک نے پہلے زبان سیکھی جو اس کے مکتوب الیہ کی تھی۔ عمرو بن امیہ ضمر کو حبشہ بھیجا گیا۔ وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ دعا کے تبادلے کے بعد مجلس آراستہ ہوئی تو اُنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک والا نامہ پیش خدمت کیا۔ خط کھولا گیا۔ خط میں اسلام کی دعوت تھی اور کچھ قرآنی آیات مکتوب تھیں۔

نجاشی نے خط کو اپنی آنکھوں سے بوسہ دیا اور تخت شاہی سے نیچے اُتر آیا پھر تمام حاضرین دربار کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام کا اعلان و اظہار کیا اور کہا ''اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا، اُن کے پاس بیٹھ کر اپنا سر اُن کے قدموں میں ڈال دیتا۔''

پھر اُنہوں نے خط کا جواب لکھا اور بتایا کہ وہ پہلے ہی ایمان سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے پھر دوسرا خط نکالا اور پیش کیا، اس خط میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کی صاحبزادی رملہ کو پیغام نکاح بھیجا۔ اس سلسلہ میں بادشاہ کو اپنا وکیل بنایا تھا۔ رملہ کے سابق شوہر سے ایک بچی تھی جس کا نام حبیبہ تھا۔ اس لئے اُم المومنین ہونے کے بعد انہیں ام حبیبہؓ کہا جانے لگا۔ حضرت ام حبیبہؓ کی

زندگی کے ابتدائی ابواب بڑے الم انگیز ہیں، لیکن آخری ابواب فرحت و بشارت کا دلآویز ہیں۔ آیئے ایک سرسری نگاہ ان پر بھی ڈالتے چلیں۔

رملہ نے اپنا آبائی دین بت پرستی ترک کر دیا اور شوہر کے ساتھ شیدائے اسلام ہوگئیں۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان پر تعذیب وتکالیف کے تازیانے برسانے شروع کر دیئے۔ جب مکہ میں اُن کی زندگی دوبھر ہوگئی تو وہ اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئیں۔ حبشہ پہنچ کر انہیں قدرے اطمینان محسوس ہوا، لیکن پردۂ تقدیر میں ابھی سخت آزمائشیں ان کے نصیب میں تھیں۔ ان کے شوہر عبداللہ ابن جحش نے مرتد ہو کر عیسائیت کے دامن میں پناہ لے لی اور شراب خوری کے عادی ہوگئے۔ انہوں نے بیوی سے کہا کہ یا تو عیسائیت قبول کرلو یا پھر طلاق کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس وقت رملہ کے سامنے تین ہی راستے تھے:

۱۔ شوہر کی بات مان لیں اور عیسائی ہو جائیں، لیکن ان میں دنیا و آخرت دونوں کا زیاں تھا۔

۲۔ باپ کے پاس مکہ واپس چلی جائیں لیکن وہاں کفر و شرک کی آغوش کھلی ہوئی تھی۔

۳۔ حبشہ ہی میں رہ کر اپنی بچی کے ساتھ مہاجرت کی زندگی گزاریں۔

انہوں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو اپنا

مقصد زندگی بنا کر حبشہ میں پناہ گزیں رہنے کا فیصلہ کرلیا مگر اُن کی زندگی کے یہ کرب انگیز لمحے زیادہ طویل نہیں ہوئے، شوہر نشے کی حالت میں فوت ہوگئے اور ابھی عدت پوری ہی ہوئی تھی کہ قسمت چمکنے کی گھڑی آگئی۔ صبح کے گجر بجنے والے تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی، دروازہ کھولا تو بادشاہ کی خادمہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا "بادشاہ نے سلام پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پیغام نکاح بھیجا ہے اور بادشاہ کو اپنی شادی کا وکیل بنایا ہے۔ آپ بھی کسی کو اپنا وکیل نامزد کر دیں۔"

ام حبیبہؓ کے دل کی خوشی گلاب بن کر ہونٹوں پر کھل اٹھی، خادمہ کو دعائیں دیں اور کہا "خالدؓ بن سعید بن عاص ہی یہاں میرے سب سے قریبی ہیں۔ انہیں اپنا وکیل بناتی ہوں۔"

نجاشی نے تمام مہاجرین صحابہؓ کو دربار میں جمع کیا پھر خطبہ نکاح پڑھا اور کہا "اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی ہے کہ میں رملہ بنت ابوسفیان کو ان کے عقد نکاح میں دے دوں۔ میں اس کی تعمیل کرتا ہوں اور چار سو دینار مہر کے عوض رملہ کو آپ ﷺ کے عقد نکاح میں دیتا ہوں۔"

خالدؓ بن سعید کھڑے ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد کہا "میں نے

ایسی صورت میں بجائے ابوسفیان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد
نکاح میں دے۔ اللہ مبارک کرے۔

اس کے بعد نجاشی نے دو کشتیاں تیار کیں۔ ایک پر ام حبیبہؓ کو سوار کیا اور دوسری پر صحابہ کرام ہجرت حبشہ کے ان لوگوں کو جو دیار حبیب کے مشتاق و آرزومند تھے پھر جعفر بن ابو طالبؓ کو امیر مقرر کر کے انہیں مدینہ روانہ کر دیا۔ نجاشی کی بیگمات کے پاس جو عمدہ اور پسندیدہ خوشبوئیں تھیں، انہوں نے وہ سب ام حبیبہؓ کو تحفے کے طور دے دیں۔

اس کے علاوہ نجاشی نے بہت سارے تحائف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ ان ان چیزوں میں حبشہ کے تین بہترین عصا بھی تھے۔ ایک عصا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس رکھا۔ ایک حضرت عمرؓ کو دیا اور ایک حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا۔

یہ عصا طویل زمانے تک عہد بہ عہد تمام خلفاء اسلام کو منتقل ہوتا رہا۔ نجاشی نے ایک سونے کی انگوٹھی بھی ہدیہ کی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی کوئی ضرورت نہ سمجھی تو اپنی نواسی امامہ بنت زینبؓ کو دے دی۔

فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے نجاشی کی رحلت ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو تمام صحابہؓ کو اکٹھا کیا اور آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ پوری اسلامی تاریخ میں نجاشی کے سوا کسی دوسرے

انسان کے لئے آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ نجاشی سے خوش ہو اور انہیں خلد بریں میں خوش رکھے۔ انہوں نے خوف کی حالت میں مسلمانوں کو امن کی دولت دی، بے بسی کی حالت میں انہیں مضبوط سہارا فراہم کیا اور یہ سب کچھ انہوں نے صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بشکریہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور
فروری ۲۰۰۳ء